حج وعمرہ کے جدید مسائل

مولانا ظفر الاسلام بہاری

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بغیر احرام کے میقات سے کسی صورت میں بھی تجاوز کرنا صحیح نہیں ہے، مگر امام شافعیؒ کے نزدیک اگر حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور مقصد سے کوئی جارہا ہے تو میقات سے تجاوز صحیح ہے۔ ابوقدامہ تحریر کرتے ہیں:

من يدخلها لقتال مباح أو من خوف أو لحاجة كالحطاب والحشاش و ناقل الميرة والفيح ومن كانت له ضيعة يتكرر دخوله و خروجه اليها فهؤلاء لا احرام عليهم لان النبي ﷺ دخل يوم فتح مكة حلالا وعلى رأسه المغفر ولأنا لو أوجبنا الاحرام على من يتكرر دخوله أفضى الى ان يكون في جميع زمنه محرما فقط للحرم وهذا مذهب الشافعي وقال ابو حنيفةلا يجوز لأ حد دخول الحرم بغير احرام الا من كان دون الميقات لانه يجاوز الميقات مريدا للحرم فلم يجز بغير احرام (مغنى و شرحه ۲۱۸/۳)

(جو شخص مکہ میں قتال مباح، یا خوف یا کسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہوا جیسے لکڑیاں اور گھاس چننے والا اور غلہ منتقل کرنے والا، اور وہ شخص جس کا ایسا کاروبار ہو جس کو مکہ بار بار آنا جانا پڑتا ہے تو ان تمام لوگوں پر احرام نہیں ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ حلال ہو کر یوم فتح کو مکہ میں داخل ہوئے، اور آپ ﷺ کے سر پر خود تھا، اسلئے اگر ہم اس شخص پر احرام کو واجب کرتے ہیں جس کی آمد ورفت بار بار ہوتی ہے تو یہ مفضی ہوگا اس کے پورے زمانہ میں محرم ہونے کی جانب، تو حرج کی وجہ سے ساقط ہوگیا، اور امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہونا کسی کے لئے جائز نہیں ہے، مگر وہ شخص جو میقات سے خارج ہو اس لئے کہ حرم کا ارادہ کرنے والے کے لئے میقات پار کرنا بغیر احرام کے جائز نہیں ہے)۔

حضرت امام شافعیؒ نے اولاً چند صورتوں کا استثناء فرمایا ہے، اس کے بعد نقلی وعقلی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آنحضور ﷺ فتح مکہ کے موقع پر بغیر احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، نیز اگر احرام کو بہر صورت لازم کردیا جائے تو ایک طرح کا حرج لازم آئے گا امام ابوبکر کاسانی کی بھی رائے یہی ہے۔

☆ اقرار: عاقل وبالغ کا غیر کا حق اپنے اوپر ثابت ہونے کی خبر دینا اقرار ہے ☆

وكذلك لو أراد بمجاوزة هذه المواقيت دخول مكة لا يجوز له أن يجاوزها الا محرما سواء أراد بدخول مكة النسك من الحج أو العمرة أو التجارة أو حاجة أخرىٰ عندنا وقال الشافعي ان دخلها للنسك وجب عليه الاحرام وان دخلها لحاجة جاز دخوله بغير احرام ولنا ما روى عن النبي ﷺ انه قال الا ان مكة حرام منذ خلقها الله تعالىٰ لم تحل لا حد قبلي ولا تحل لا حدبعدى وانما احلت لى ساعة من نهار ثم عادت حراما الى يوم القيامة والا ستدلال به من ثلثه اوجه احد ها بقوله الا ان مكة حرام والثاني بقوله لا تحل لا حد بعدى والثالث بقوله ثم عادت حراما الى يوم القيمة مطلقا من غير فصل وروى عن ابن عباس عن النبي ﷺ انه قال لا يحل دخول مكة بغير احرام ولان هذه بقعة شريفة لها قدر و خطر عندالله تعالىٰ.

اور اسی طرح اگر کسی نے ان مواقیت کو پار کر کے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا، خواہ حج وعمرہ کے ارادہ سے ہو، یا تجارت یا کسی اور دوسری ضرورت کی وجہ سے ہمارے نزدیک بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں، اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی مکہ میں حج وعمرہ کے ارادہ سے داخل ہو تو اس پر احرام واجب ہے، اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے داخل ہوا ہے، تو بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جان لو! کہ مکہ اس دن سے قابل احترام ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا، نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد، اور تھوڑی دیر کے لئے یہ میرے لیے حلال کیا گیا، پھر قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت لوٹ آئی۔ اور تین طریقے پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔

(۱) آپ ﷺ کا قول جان لو کہ مکہ قابل احترام ہے (۲) آپ ﷺ کا قول کہ میرے بعد کسی کے لئے حلال نہیں (۳) آپ ﷺ کا یہ قول (جو بغیر فصل کے ہے) کہ قیامت تک کے لئے مکہ کی حرمت باقی رہے گی۔۔۔ اور حضرت ابن عباسؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا حلال نہیں، اور اس لئے کہ یہ زمین کا وہ مقدس ٹکڑا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف وعزت اور قدر ومنزلت ہے (بدائع الصنائع ۲/۱۶۴)۔

حضرت امام احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ کے نزدیک بھی حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور غرض سے جانے والے کے لئے بھی احرام ہے۔

☆بیع صرف: چاندی یا سونے کی بیع چاندی یا سونے کے بدلے میں☆

وحکی ابن المنذر عن الامام احمد بن حنبل فی الرجل یخرج لحاجة وهو لا یرید الحج فجاوز ذا الحلیفة ثم اراد الحج یرجع الی ذی الحلیفة فیحرم و به قال اسحاق لانه احرم من دون المیقات فلزمه الدم.

۲۔ ابن منذر نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا اس آدمی کے بارے میں جو کسی ضرورت سے نکلا اور حج کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، پھر وہ ذوالحلیفہ سے تجاوز کر گیا اور پھر حج کا ارادہ کیا تو وہ ذوالحلیفہ لوٹ کر احرام باندھے گا اور اسی کے اسحاق بن راہویہ قائل ہیں اس لئے کہ اس نے خارج میقات سے احرام باندھا ہے تو اس کو دم لازم ہوگا (مغنی وشرحہ ۲۱۸/۳)۔

ابن رشد قرطبی حضرت امام مالکؒ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تجاوز بدون الاحرام حج وعمرہ کے ماسوا بکثرت ایاب وذہاب کی صورت میں جائز ہے (بدایة المجتهد لابن رشد قرطبی ۳۴۷/۱)۔ نیز فتاوی تاتارخانیہ (۴۷۵/۲) پر مرقوم ہے :۔

"........من اراد دخول مكة فینبغی له ان یحرم من المیقات بحج او عمرة سواء دخل مكة مریدا للنسک او دخلها لحاجة من الحوائج وفی الجامع الصغیر العتابی: وعند الشافعی انما یلزمه الاحرام اذا اراد دخول مكة للحج او للعمرة اما اذا كان لامر آخر فلا یلزمه..........."

مکہ میں داخل ہونے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ حج، یا عمرہ کے لئے احرام میقات سے باندھے، خواہ مکہ میں داخل ہوا ہے حج وعمرہ کے ارادہ سے، یا کسی ضرورت کی وجہ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک احرام اس شخص کو لازم ہوتا ہے جو مکہ میں حج، یا عمرہ کے ارادہ سے داخل ہوا ہو اور اگر دوسری وجہ سے داخل ہوا ہے تو اس کو احرام لازم نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی تجاوز بدون الِا حرام ایک حیلہ سے ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اولاً حل میں داخل ہو، پھر کسی ضرورت سے حرم میں داخل ہو جائے بشرطیکہ حل میں اقامت کی نیت کی ہو۔

وعن ابی یوسف انه شرط نیة الاقامة بذلک المكان خمسة عشر یوما فأما اذا نوی الاقامة اقل من خمسة عشر یوما فهو ماض علی سفره فلا یلتحق باهل ذلک المكان ولا یدخل مكة بغیر احرام.

اور امام یوسفؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس مقام پر پندرہ دن ٹھہرنے کی شرط لگائی ہے،

☆ بیع تعاطی: بیع (ایجاب قبول کیے بغیر قیمت دے کر مبیعہ لے لینا) ☆

بہر حال جب اس نے اقامت کی نیت پندرہ دن سے کم کی کی ہے تو وہ اپنے سفر پر باقی ہے لہذا وہ اس جگہ کے رہنے والوں کے ساتھ لاحق نہیں ہو گا اور بغیر احرام کے مکہ میں داخل نہیں ہو گا ۔ (فتاوی تا تارخانیہ ۲/۴۷۷)

مگر مذکورہ صورت میں چونکہ اقامت کی نیت بھی مشروط ہے اس لئے غیر معمولی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا غالباً اسی وجہ سے درج ذیل فقہاء وعلماء نے حل میں نیت اقامت کی شرط ختم کر کے مستقلاً اجازت دیدی ہے۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحب فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ ''آفاقی (یعنی میقات سے باہر رہنے والا) میقات سے آگے کسی ایسی جگہ جو حرم سے خارج ہے اور حل میں ہے کسی ضرورت سے جانا چاہتا ہے، مکہ مکرمہ جانے، یا حج وعمرہ کرنے کی نیت نہیں ہے تو اس پر میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں ہے، اور اس کے بعد وہ اس جگہ سے مکہ مکرمہ بلا احرام جاسکتا ہے (معلم الحجاج ۹۷)۔

صاحب درمختار علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

امالو قصد موضعامن الحل كخليص وحده حل له مجاوزته بلا احرام فاذا حل به التحق باهله فله دخول مكة بلا احرام و هوا الحيلة لمريد ذلک الا لمامور بالحج.

اگر حل میں سے کسی جگہ کا قصد کیا جیسے خلیص اور جدہ تو اس کے لئے بغیر احرام کے تجاوز کرنا جائز ہے، پھر جب وہ داخل ہو گیا تو اس کے باشندوں کے حکم میں لاحق ہو جائے گا، لہذا اس کے لئے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے، اور یہ ایک حیلہ ہے اس کا ارادہ کرنے والے کے لئے الا یہ کہ وہ جو حج کے لئے مامور ہو (**در مختار علی ردالمختار ۲/۴۷۷**)

مولانا شیر محمد صاحب سندھی قادری تحریر فرماتے ہیں: ''اس وقت عربستان میں جو موٹریں چلتی ہیں ان کے ڈرائیور، یا اونٹوں والے بدوی لوگ کئی بار مکہ معظمہ میں بغیر احرام آفاق سے آتے جاتے ہیں، تو احناف کے نزدیک ہر بار مکہ مکرمہ میں آنے سے ان پر نسک لازم ہوگی'' **لقوله عن ابن عباس من جاوز الميقات بغير احرام فعليه دم''**

حضرت ابن عباسؓ کے قول کی بناپر جو میقات سے بغیر احرام کے تجاوز کرے تو اس پر دم واجب ہے۔

یہی مذہب امام احمد بن حنبل اور امام مالک کا بھی ہے: **لقول النبی ﷺ من لهن ولمن اتى عليهن من غير اهلهن من اراد الحج و العمرة''**

☆ بیع بضر ... القانص: شکار کا ایک یا دو مرتبہ جال پھینکنے کو فروخت کرنا۔ (ھدایہ)

البتہ شوافع کے نزدیک اگر کسی کام کی غرض سے مکہ مکرمہ میں آئیں تو نسک لازم نہ ہوگی، اگر چہ آفاق سے آئے ہوں چونکہ یہ لوگ ابتلاء عام میں مبتلا ہیں اس لئے ان لوگوں کو یہ حیلہ کرنے سے جواز کی گنجائش ہے اور وہ یہ کہ حل میں کہیں معین مقام میں جانے کی نیت سے جائیں، پھر وہاں سے مکہ مکرمہ میں بغرض اپنے کام نوکری کی ادائیگی کے لئے بغیر احرام جاسکتے ہیں بندہ کے فہم ناقص میں تو موٹر ڈرائیوروں کو بہت وسعت ہے، کیوں کہ ان کا ہیڈ کوارٹر جدہ میں ہے مکہ مکرمہ سے آتے جاتے ضرور پہلے جدہ جانا پڑتا ہے، اولاً وہاں جانے کی نیت کرلیں اس کے بعد مکہ مکرمہ کی، اسی طرح مدینہ طیبہ سے واپسی کے وقت بھی اولاً حل میں کہیں مقام مخصوص کی نیت کریں بعد میں مکہ مکرمہ کی (زبدۃ المناسک مع اضافہ مفیدہ ۴۲۱)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ کے نزدیک اہلی اور داخل فی المواقیت تمتع وقران نہیں کرسکتا اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک وہ دونوں کرسکتا ہے، دلائل بایں طور ہیں:

ولیس لأهل مكة ولا لأهل داخل المواقيت التي بينها وبين مكة قران ولا تمتع وقال الشافعي يصح قرانهم وتمتعهم وجه قوله تعالى: "فمن تمتع بالعمرة الى الحج فمااستيسر من الهدى" من غير فصل بين اهل مكة وغير هم ولنا قوله تعالى: "ذلك لمن لم يكن اهله حاضرى المسجد الحرام على الخصوص حاضر والمسجد الحرام هم اهل مكة واهل الحل الذين منازلهم داخل المواقيت الخمسة " وقال مالك هم اهل مكة خاصة لان معنى الحضور لهم وقال الشافعيؒ هم اهل مكة ومن كان بينه وبين مكة مسافة لا تقصر فيها الصلواة وروى عن ابن عمر انه قال ليس لاهل مكة تمتع ولا قران.

اھل مکہ اور مواقیت میں رہنے والے کے لئے (جو مکہ اور میقات کے درمیان ہیں) قران اور تمتع نہیں ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان کا قران اور تمتع صحیح ہے اللہ تعالیٰ کے قول "**فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى**" کی وجہ سے اہل مکہ اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: "**ذلك لمن لم يكن اهله حاضر المسجد الحرام**"، یہ خصوص پر ہے، اور وہ مسجد حرام ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کا استدلال آیت مذکورہ سے بایں طور ہے کہ آیت مطلق ہے جس میں مکی وغیر مکی کی

☆ثمن: وہ مقدار جس پر عاقدین رضامند ہوجائیں خواہ وہ قیمت سے زائد ہو یا کم ☆

تخصیص نہیں، اس لئے مکی بھی تمتع وقران کرسکتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ وحضرت امام مالکؒ کی دلیل بھی نص قرآنی ہی ہے "ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام" جس سے آفاقی کو خاص کردیا گیا ہے، بنابریں اہلی تمتع وقران نہیں کرسکتا، علامہ ابن رشد قرطبی لکھتے ہیں "و ابو حنیفہ یقول ان حاضری المسجد الحرام لا یقع منھم التمتع و کرہ ذلک مالک" (بدایۃالمجتھد ۱/۳۴۶) بدایۃ المجتھد کی ایک دوسری عبارت سے جس میں امام مالک کے نزدیک تمتع کی شرطیں مذکور ہیں چھٹی شرط یہ ہے کہ متمتع کا وطن مکہ نہ ہو "والسادس ان یکون وطنہ غیر مکۃ" (بدایۃ المجتھد ۱/۳۴۷)

نیز ابن تیمیہ "وجوب العمرۃ علی اھل مکۃ" کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ثم من ھؤلاء من یقول مثل ذلک من اصحاب الشافعی ای وجوب العمرۃ علی اھل مکۃ قول ضعیف جداً مخالف للسنۃ الثابۃ واجماع الصحابۃ"

اسی کے متصلاً دوسرے صفحہ پر مرقوم ہے: "ولو کان اھل مکۃ کلھم او بعضھم علی عھد النبی یخرجون الی الحل فیعمرون فیہ لنقل ذلک کما نقل خروجھم فی الحج الی عرفات وھم یعتمرون بعد الحجۃ ولا قبلھا احد من ادنی الحل لا اھل مکۃ ولا غیر ھم . (فتاویٰ ابن تیمیۃ ۲۶/۲۵۸-۲۵۹).

واضح ہو کہ اہلی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس نے مکۃ المکرمہ کو مستقل وطن بنالیا، دوسرا جس نے مستقلاً وطن نہیں بنایا، دونوں کے احکام جداگانہ ہیں۔ پہلی صورت میں تمتع وقران نہیں کرسکتا جبکہ دوسری صورت میں جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

نقل ابن عابدین عن اللباب فی بیان شرائط التمتع : التاسع عدم التوطن بمکۃ فلو اعتمر ثم عزم علی المقام بمکۃ ابدا لا یکون متمتعا و ان عزم شھرین ای مثلا وحج کان متمتعا.

علامہ فقیہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لباب سے نقل کیا تمتع کے شرائط کے بیان میں نویں شرط مکہ میں وطن کا نہ ہونا، پس اگر عمرہ کیا، پھر مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا، اور مثلاً دو ماہ کا ارادہ کیا تو متمتع ہوگا۔ (درالمختار۲/۲۱۱) نیز علامہ ابن الہمام کی بھی تحقیق یہی ہے کہ مکی تمتع وقران نہیں کرسکتا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر حسب ذیل ہے۔

☆ خیارعیب: خرید کردہ چیز کو کسی عیب نکلنے کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

یا اهل مكة لا متعة لكم احلت لا هل الآ فاق و حرمت عليكم "۔اے اہل مکہ تمہارے لئے متعہ نہیں ہے، یہ آفاق والوں کے لئے حلال کیا گیا ہے اور تم پر حرام کیا گیا۔ اور ایک دوسری حدیث بروایت طاؤس بھی اسی کی تائید میں ہے۔

"قال المتعة للناس الا لا هل مكة ممن لم يكن اهله من الحرم "

یعنی متعہ سوائے اہل مکہ کے، دیگر لوگوں کے لئے ہے، یعنی وہ لوگ جن کے اہل وعیال حرم میں مقیم نہ ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر مکی نے تمتع وقران کرلیا تو اس کا حکم کیا ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، مناسک کی عام کتابوں میں تحریر ہے کہ مکی نے تمتع، یا قران کیا تو بکراہت تحریمہ صحیح ہوجائے گا اور اس پر دم شکر کی بجائے دم جبر واجب ہے، اس لئے اسے خود نہیں کھا سکتا مگر علامہ شامی کی تحقیق ہے کہ حکم صحت ہے الکراہۃ التحریمہ صرف قران کے لئے ہے مکی کا تمتع منعقد ہی نہیں ہوتا اس لئے تمتع کی صورت میں دم جبر واجب نہیں بطلان تمتع سے بطلان حج کا وہم نہ ہو،'' اسی طرح وہ آفاقی جو مکہ مکرمہ میں آخر میں داخل ہوا اگرچہ اشہر حج میں کسی شرعی طریق کے بغیر احرام عمرہ کے آیا ہو، جیسے پہلے حل کی حد میں کسی حاجت کے لئے آیا تھا، پھر وہاں سے کسی کام کی غرض سے مکہ معظمہ بغیر احرام کے آیا، یا اشہر حج سے پہلے ہی مکہ میں داخل ہوکر عمرہ بجالاکر فارغ ہوا اور وہاں ٹھہر گیا، اس کے بعد اس پر اشہر حج واقع ہوئے تو اب مکہ والوں کے حکم میں ہے، پس اس کو بھی وہاں سے قران وتمتع کرنا منع ہے (زبدۃ المناسک ۳۰۵)۔

متمتع حج سے قبل مزید عمرے کرسکتا ہے معلم الحجاج ص ۲۱۴ کے حاشیہ پر مرقوم ہے: "**وهذا المتمتع آفاقي غير ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها لانها عبادة مستقلة كالطواف**" ۔اس میں اختلاف ہے ملا رحمت اللہ سندھی نے ''مناسک المتوسط'' میں لکھا ہے کہ یہ معتمر سے پہلے دوسرا عمرہ نہ کرے اور ملا علی قاری نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس کی بنا اس پر ہے کہ مکی کو مفرد عمرہ بھی اشہر حج میں ممنوع ہے (جیسا کہ ابن الہمام کا مذہب ہے، چونکہ ملا رحمت اللہ ان کے تلمیذ ہیں اس لئے اس کی اتباع کی وجہ سے مکروہ فرمایا ہو) حالانکہ مکی کو صرف تمتع وقران ممنوع ہے اور یہ متمتع آفاقی ہے اس کو عمرہ کرنا منع نہیں ہے۔ بلکہ تکرار عمروں کا اس کو جائز ہے کیوں کہ یہ مستقل عبادت ہے مثل طواف کے۔ اس کے بعد حضرت گنگوہی تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

کہ جب آفاقی اشہرحج میں آکر عمرہ کر چکا تو اس کا تمتع اس عمرہ سے منعقد ہوا، پھر اس کے بعد مکہ میں رہ کر دوسرا عمرہ کیا تو وہ مفرد ہوا اور مفرد عمرہ مکی کے لیے کرنا سارے سال میں جائز ہے، سواء روز عرفہ اور عید نحر اور ایام تشریق گیارہویں، بارہویں، تیرہویں کے (زبدۃ المناسک ۳۱۳/۱) سراج الفقہاء ابوبکر کاسانی کی تحریر سے بھی مزید عمرے کی وضاحت ہورہی ہے: "**فان السنة كلها وقت العمرة و تجوز في غير اشهر الحج وفي اشهر الحج لكنه يكره فعلها في يوم عرفة و يوم النحر وايام التشريق واما الجواز في الاوقات كلها " فلقوله تعالىٰ : " واتمو الحج والعمرة لله مطلقا عن الوقت "(بدائع الصنائع ۲۲۷/۲)**

احناف کی دلیل حضرت عائشہؓ کی وہ روایت ہے جس میں انہوں نے مطلقا عمرہ کے جواز کا قول کیا ہے دلنا ماروی عن عائشہؓ **انها قالت وقت العمرة السنة كلها الا يوم عرفة و يوم النحر و ايام التشريق والظاهر انها قالت سماعا من رسول الله لانه باب لا يدرك بالاجتهاد (بدائع الصنائع ۲۲۷/۲)** حضرت نے ایک جگہ اور تحریر فرمایا ہے کہ "جو متمتع عمرہ کرنے کے بعد حج کرنے سے پہلے مدینہ طیبہ کو چلا جائے تو واپسی میں ثانی عمرہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ امام صاحب کے نزدیک بغیر وطن اصلی کے جانے کے اس کا سفر واحد ہی رہتا ہے، اس لئے اس کو واپسی میں مفرد حج کا احرام باندھ کر آنا چاہیے نہ قران کا نہ عمرہ کا کیوں کہ وہ مکی کے حکم میں ہے، بعض وجوہ کے اعتبار سے، اس لئے قران تو نہ کرے باقی عمرہ ثانی کی گنجائش ہے کہ آفاق سے آرہا ہے نیز آنحضور ﷺ اکرم کا ارشاد: "**العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما**" (ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کے درمیان واقع ہونے والی چیزوں کیلئے کفارہ ہے۔) اور عکرمہ کا ارشاد، ، **يعتمر اذا امكن الموسى في شعره** (عمرہ کرے گا جب تک کہ ممکن ہو استرہ کا اس کے بال پر چلنا۔) عطاء بن ابی رباح کا قول: **ان شاء اعتمر في كل شهر مرتين** (اگر چاہے تو ہر ماہ دومرتبہ عمرہ کرے) بھی تعدد پر دلالت کررہا ہے۔

۶۔ ازدحام کا ہونا عذر کا باعث نہیں ہے، علماء کہتے ہیں " جو شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، یا جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف ہوتی ہو وہ معذور ہے اسی طرح اگر اس کو آنے میں مرض بڑھ جانے کا اندیشہ، یا تکلیف ہوتی ہو وہ معذور ہے اور معذور دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے (زبدۃ ص ۱۸۶) معلم الحجاج کے ص ۱۸۱ پر بھی یہی مفتی سعید احمد صاحب فاضل بریلوی نے تحریر

فرمایا ہے۔ مفتی صاحب سے ایک سوال اس طرح کیا گیا کہ ”ایک شخص کے پاؤں پر چوٹ آگئی ہے جس کی وجہ سے وہ نقل وحرکت سے بالکل معذور ہوگیا اس لئے اس نے اپنی رمی نیابۃً دوسرے شخص سے کرائی اور کوئی دوسرا محرم مرد نہ ہونے سے اپنی بیوی اور لڑکی کی طرف سے بھی کسی دوسرے سے رمی کرائی تو کیا ان تینوں کی رمی صحیح ہوگئی۔ اس کا جواب مفتی صاحب نے یوں دیا ”اگر سوار ہوکر بھی جمرات تک نہ جاسکتا ہو، یا سواری، یا اٹھا کر لے جانے والا نہ ملے تو اس کی رمی ہوگئی بیوی اور لڑکی کی طرف سے نیابۃً صحیح نہیں جمرات تک جانے کے لئے محرم کا ساتھ ہونا ضروری نہیں اس لئے ان پر دم واجب ہے۔ مذکورہ جزئیہ کی تائید ابن تیمیہ اور تاتار خانیہ کے فتاویٰ سے بھی ہو رہی ہے:

وکذلک من عجز عن الرمی بنفسه لمرض او نحوه فانه یستنیب من یرمی عنه ولا شیء علیه (اور اسی طرح جو شخص جو بذات خود رمی کرنے سے عاجز ہو مرض کی وجہ سے یا اس جیسے عذر کی وجہ سے تو وہ نائب بنائے گا ایسے آدمی کو جو اس کی جانب سے رمی کرے اور اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔) (فتاویٰ ابن تیمیہ۲۶/۲۴۵) **وفی الولوالجیة المریض لو وضع فی یده ثم رمی عنه او رمی رجل عنه اجزاه ان لم یقدر بنفسه** (اور الولوالجیہ میں ہے کہ اگر مریض کے ہاتھ میں کنکر رکھ دیا جائے پھر اس کی جانب سے رمی کرے، یا کوئی دوسرا آدمی اس کی جانب سے رمی کرے تو وہ کافی ہے اگر بذات خود وہ قادر نہیں ہے۔) (فتاویٰ تاتارخانیہ۲/۴۲۳) صورت مسئولہ میں وہ لوگ محصر ہیں بشرطیکہ یہ احصار وقوف عرفہ سے پہلے ہوا ہو، اگر وقوف عرفہ کے بعد یہ صورت پیش آئے تو یہ احصار نہ ہوگا اور اس نے اگر صرف حج کا، یا عمرہ کا احرام باندھا ہے تو کسی شخص کو ایک دم یا دم کی قیمت دے تاکہ وہ اس کی طرف سے حرم میں ذبح کردے اور بعد میں یہ ذبح حلال ہوجائے، اس کے بعد اس کو آنے والے سال میں قضا کرنی ہوگی چاہے حج فرض ہو، یا نفل، اپنا حج ہو، یا بدل صحیح ہو، یا فاسد حر ہو یا غلام، البتہ غلام پر قضا ادا کرنا آزاد ہونے کے بعد ہوگا۔ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

وأما وجوب قضاء ما احرم به بعد التحلل الخ (بدائع الصنائع ۲/۱۸۲)

ابن قدامہ تحریر کرتے ہیں: **اجمع اهل العلم علی ان المحرم اذا حصره عدو من المشرکین او غیر هم فمنعوه الوصول الی البیت ولم یجد طریقا آمنا فله التحلل وقد نص الله سبحانه بقوله "فان أحصر تم فما استیسر من الهدی" وثبت ان النبی ﷺ**

☆ خیار رؤیت: بغیر دیکھے کوئی چیز کر دیکھنے کے وقت واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

أمر الصحابة يوم حصروا في الحديبية وأن ينحروا ويحلقوا ويحلوا سواء كانوا حرام بحج او عمرة او لهما في قول امامنا وأبي حنيفة والشافعي وحكي عن مالك أن المعتمر لا يتحلل لانه لا يخاف الفوات.

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ محرم جب اس کو مشرکین میں سے کسی دشمن نے، یا ان کے علاوہ نے گھیر لیا اور وہ بیت اللہ تک جانے سے روک دیئے گئے ہوں اور نہ کوئی مامون راستہ پاتے ہوں، تو اس کے لئے حلال ہونا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحت کی ہے اپنے قول: ''فان احصر تم فما استيسر من الهدى'' میں اور یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس دن جس دن حدیبیہ میں وہ محصور ہوئے تھے حکم دیا کہ نحر کریں، حلق کرائیں اور حلال ہو جائیں خواہ احرام حج، یا عمرہ ہو، یا دونوں کا ہو، ہمارے امام کے قول کے مطابق اور ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے قول کے مطابق۔ اور امام مالکؒ سے بیان کیا گیا ہے کہ معتمر حلال نہیں ہوگا، اس لئے کہ فوات کا خوف نہیں ہے۔ (المغنی و شرحہ ۳/۳۷۱)

علماء فرماتے ہیں ''جو شخص محصر ہو گیا اور حلال ہونا چاہتا ہے تو پھر وہ حرم میں ذبح کر کے حلال ہو لیتا ہے تو قضا اس کے ذمہ واجب ہوتی ہے۔ (زبدۃ ۱/ص ۴۳۵)

نیز ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ اگر وہ فرض کا احرام باندھے ہوئے تھا اور محصر ہو گیا تو بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک فریضہ ساقط ہوگا اس کو اس کی قضا کرنی ہوگی اور اگر نفل ہے تو اس میں ائمہ کا اختلاف ہے

" ولكن لم يسقط الفرض عنه بل هو باق في ذمة باتفاق العلماء ولو كان قد احرم ما يتطوع من حج او عمرة فاحصر فهل عليه قضائوه ؟ على قولين مشهورين هما روايتان عن احمد اشهرهما عنه انه لا قضاء عليه وهو قول مالك والشافعي والثاني عليه القضاء وهو قول ابي حنيفة وكل من الفريقين احتج بعمرة القضية هولاء قالو اقضاها النبي و اولئك قالو الم يقضها المحصرون معه .

اور لیکن فرض اس کی جانب سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ وہ اس کے ذمہ میں باقی ہے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ اور اگر نفلی حج، یا عمرہ کا احرام باندھا، پھر محصر ہو گیا تو کیا اس پر اس کی قضاء ہے؟ تو دو مشہور قول ہیں اور امام احمدؒ سے دو روایت ہے ان دونوں میں سے مشہور روایت یہ ہے کہ اس پر قضاء نہیں ہے اور یہی قول امام مالکؒ اور شافعیؒ کا ہے، اور دوسرا قول اس پر قضاء ہے اور یہی قول امام ابو

☆ شیخین: فقہ میں شیخین سے مراد امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف ہیں (رحمہما اللہ تعالیٰ) ☆

حنیفہؒ کا ہے، اور دونوں فریقین میں سے ہر ایک نے عمرہ قضا سے استدلال کیا ہے، ان لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے اس کی قضاء کی ہے اور ان لوگوں نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کیساتھ محصورین نے اس کی قضاء نہیں کی ہے (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۲۶/۲۶)۔

وفسر القدوری... ثم هذا الدم وجميع ما يجب من الدماء يختص جواز ها بالحرم باتفاق بين العلماء.

اور قدوری نے تفسیر کی ہے کہ پھر یہ دم اور دوسرے تمام دم جو واجب ہوتے ہیں باتفاق علماء اس کا جواز حرم کے ساتھ خاص ہوتا ہے (فتاویٰ تاتارخانیہ ۵۳۶/۲)۔

جمہور فقہاء وائمہ کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

" فان احصر تم فما استيسر من الهدى ولا تحلقوا روؤ سكم حتى يبلغ الهدى محله"

ہے، جس سے مراد حرم ہے مگر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک محلّہ سے مراد موضع حصر ہے احکام القرآن میں ہے:

'اختلف السلف في المحل ماهو فقال عبدالله بن مسعود و ابن عباس و عطاء وطاؤس و مجاهدوالحسن و ابن سيرين هو الحرم وهو قول اصحابنا والثورى وقال مالكؒ والشافعیؒ محله و موضع الذى احصر فيه فيذ بحه ويحل".

محل کے سلسلے میں سلف میں اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے۔ تو عبداللہ مسعود، ابن عباس، عطاء، طاؤس، مجاہد، حسن اور ابن سیرین نے فرمایا کہ وہ حرم ہے، اور یہی قول ہمارے اصحابؓ اور امام ثوریؒ کا ہے، اور امام مالکؒ اور شافعیؒ نے فرمایا کہ اس کا محل وہ جگہ ہے جس میں وہ احصار کیا گیا ہے، پس وہ اس کو ذبح کرے گا اور حلال ہو جائے گا۔ (احکام القرآن ۳۰۲/۱)

رمی، نحر وحلق کے درمیان ترتیب واجب ہے، اگر بغیر عذر ترتیب ملحوظ نہ رکھی جائے تو دم دینا ہوگا۔

وأما الترتيب بينه وبين الرمى فسنة.

بہر حال ترتیب تو اس کے اور رمی کے درمیان سنت ہے (ردالمحتار علی الدر ۵۱۷/۲)۔

ولو ترك شيئا من الواجبات بعذر لا شئى عليه على ما في البدائع. اور اگر واجبات میں سے کسی چیز کو عذر کی وجہ سے چھوڑ دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے، جیسا کہ بدائع میں ہے۔

نیز علاؤالدین حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں: **فيجب في يوم النحر اربعة اشياء الرمى ثم الذبح لغير**

☆ صاحبین: فقہ میں صاحبین سے مراد امام ابو یوسف وامام محمد ہیں۔ (رحمہما اللہ تعالی)

المفرد ثم الحلق ثم الطواف. نحر کے دن چار چیزیں واجب ہوتی ہیں، رمی پھر مفرد کے علاوہ کے لئے ذبح، پھر حلق، پھر طواف۔ (درمختار علی الرد۲/۵۵۵)۔

ورُوی عن النبی ﷺ انه قال اول نسکنافی یومنا هذا الرمی ثم الذبح ثم الحلق.

آپ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آج ہمارے حج کے احکام میں سب سے پہلے رمی، پھر ذبح پھر حلق (بدائع ۲/۱۵۸)

وجوب ترتیب سے متعلق نص قرآنی:

فکلوا منها واطعمو البائس الفقیر ثم لیقضوا تفثهم رتب قضاء التفث وهو الحلق علی الذبح.

بدون احصار کے اگر ذبح سے قبل حلق کرالیا جائے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم واجب ہوگا اور صاحبین و دیگر ائمہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں دیگر ائمہ کی دلیل "اذبح ولا حرج" ہے، مگر احناف کے دلائل قوی ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے، چنانچہ حتی المستطاع ترتیب کی رعایت کرنی چاہیے، سعودیہ حکومت کی طرف سے جو کمپنیاں اس کام پہ مامور ہیں وہ بطاقۃ (کارڈ) دیتے وقت تعین کر دیتی ہیں اس لئے اس وقت کے بعد ہی کچھ انتظار کر کے حلال ہوجانا چاہیے، نیز مدرسہ صولتیہ میں بھی اس ترتیب کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، اس لئے اولاً تو حاجی صاحبان کو خود ہی منحر پہنچ کر قربانی کرنی چاہیے، اگر خود نہ کرسکیں تو ان محتاط اداروں کے سپرد کردینا چاہیے پھر بھی اگر کسی وجہ سے ترتیب ساقط ہوگئی تو فہم ناقص میں یہ بات آتی ہے کہ صاحبین کے قول مرجوح کے مطابق صحیح ہوجائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس قول کا افشاء نہ کیا جائے، کیوں کہ اس کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ کا قول راجح یکسر فراموش ہو سکتا ہے۔

۹۔ صاحب تنویر الابصار شارح درمختار فرماتے ہیں کہ دم قران وتمتع وجنایت حاجی (مامور) پر ہوگا۔

ودم القران والتمتع والجنایة علی الحاج ان اذن له الامر بالقران والتمتع"

قران، تمتع اور جنایت کا دم حج کرنے والے پر ہے، اگر چہ آمر نے اس کو تمتع اور قران کی اجازت دی ہے۔ علامہ شامی اس کی وجہ تحریر فرماتے ہیں کہ: اما الاول فلانه وجب شکرا علی الجمع

☆ طرفین: فقہ میں طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ وامام محمد ہیں۔ (رحمہما اللہ تعالیٰ) ☆

بین النسکین وحقیقة الفعل منه وان کان الحج یقع عن الآمر لانه وقوع شرعی لا حقیقی.

بہر حال پہلا تو اس لئے کہ وہ حج وعمرہ کو جمع کرنے پر شکرانے کے طور پر واجب ہوا ہے، اور فعل کی حقیقت بھی اسی سے وابستہ ہے، اگر چہ حج آمر کی طرف سے ادا ہوا، اس لئے کہ یہ وقوع شرعی ہے نہ کہ حقیقی (ردالمحتار علی الدر المختار ۲/۲۱۱)۔

مامور جو دم دیتا ہے وہ دم شکر ہے اور چونکہ یہ فعل واقعۃً اسی سے صادر ہے، اسلئے دم شکر بھی حج بدل کرنے والا دے گا، ''غیر کی طرف سے حج کرنے والے مامور کو افراد کرنا چاہیے، آمر کی اجازت سے تمتع وقران بھی کر سکتا ہے مگر دم شکر مامور پر ہوگا اور آمر بخوشی دم شکر کی قیمت ادا کر دے تو جائز۔'' دم قران اپنے مال سے دے آمر کے مال سے درست نہیں، ہاں اگر آمر اس سے نہ لے تو کچھ حرج نہیں۔ آخون جان کی عبارت سے حج بدل کرنے والوں کے لئے بڑی سہولت پیدا ہو جاتی ہے، وہ لکھتے ہیں ''امر رالائق انیکہ تفویض کند امر بسوئے مامور وگوید ازمن حج بکن بچہ کیف باشد خواہ قران و تمتع''۔ آمر کو چاہیے کہ اپنے مامور کو ہر طرح اجازت دے دے کہ میری طرف سے جا کر حج کرو جس طریقے سے بھی تیری مرضی اور سہولت ہو، حج افراد، حج تمتع وقران جو بھی کرو تو اس سے حج آمر کا ہو جائے گا، اگر چہ تمتع ہی کرے۔

مولانا شیر محمد صاحب سندھی قادری کے نزدیک حج بدل میں تمتع نہ کرنا ہی بہتر ہے، لکھتے ہیں کہ ''پھر بھی احتیاط اس میں ہے کہ حج بدل میں تمتع نہ کیا جاوے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، حاشیہ معلم الحجاج ص ۲۷۷ کی عبارت بھی مذکورہ حکم کی تائید کرتی ہے۔'' بدل کرنے والے کو آمر کی بلا اجازت تو تمتع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے، لیکن اگر آمر تمتع کی اجازت دیدے تو بعض علماء جائز کہتے ہیں، مگر محققین کی رائے یہی ہے کہ حج بدل کرنے والے آمر کی اجازت سے بھی تمتع نہیں کر سکتے اگر تمتع اجازت سے کرے گا تو گو ضمان نہ ہوگا لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا، ملا علی قاری نے شرح لباب میں اور زبدۃ المناسک میں عدم جواز ہی کو اختیار کیا ہے۔ دیگر علماء بھی عدم جواز ہی کا فتویٰ دیتے تھے، اسلئے حج بدل والوں کو محض سہولت اور احرام کی طوالت سے بچنے کے لئے تمتع کر کے آمر کے حج کو خراب نہ کرنا چاہیے کہ بدل کرنے والے کو خاص طور سے ہدایت کر دے کہ تمتع نہ کرے۔

۱۰۔ ایسی عورت کو طواف زیارت بحالت حیض ونفاس کر لینا چاہیے اور بعد میں بدنہ دے دینا

☆ فرض وہ فعل ہے جسے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہو اور جسے جان بوجھ کر ترک کرنا سخت گناہ ہے ☆

چاہیے" من طاف للزيارة جنبا اولم يعد فعليه بدنة.
جس شخص نے حالت جنابت میں طواف زیارت کیا اورنہیں لوٹایا تو اس پر بدنہ ہے۔ (فتاویٰ سراجیہ علی ہامش قاضی خاں ۲۰۵/۱)

چونکہ طہارت شرط وجوب ہے اس لئے بدنہ سے اس کی کفایت ہو جائے گی، نامی شرح حسامی ص ۱۸۷ پر مذکور ہے:" ای لم يجعل علماء نا الطهارة شرطافي طواف الزيارة حيث لا يجوز بدونها" یعنی ہمارے علماء نے طہارت کوطواف زیارت کے لئے شرط نہیں بنایا اس اعتبار سے کہ اس کے بغیر جائز نہ ہوگا۔

علامہ ابن نجیم مصری "الاشباہ والنظائر" میں لکھتے ہیں:

قال ابن نجيم ولم يجعل للحج الاركنين الوقوف والطواف وكذلک قال بعض الحن[illegible]ة ان الطهارة ليست واجبة فی الطواف بل سنتوعلی قول هو لا ء فلا يحرم للزيارة ولم يشترط الطهارة له . (الاشباه النظائر /۱۲۹)

ابن نجیم نے کہا کہ حج کے لئے صرف دو رکن ہیں، وقوف اور طواف اور اسی طرح بعض حنفیہ نے کہا کہ طہارت طواف میں واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے،۔۔ اور ان لوگوں کے قول پر طواف زیارت حرام نہیں ہوگا اور نہ طہارت کو اس کے لئے شرط قرار دیا ہے۔ نیز علامہ کاسانی کی بھی تحریر ملاحظہ ہو:

فالطهارة عن الحدث والجنابة والحيض والنفاس فليست بشرط لجواز الطواف وليست بفرض عند نا بل واجبة حتی يجوز الطواف بدونها و عند الشافعی فرض لا يصح الطواف بدونها ولنا قو له تعالی : وليطوفوا بالبيت العتيق.

ہمارے نزدیک حدث، جنابت حیض اور نفاس سے پاک ہونا طواف کے جائز ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اور نہ ہی کوئی فرض ہے، بلکہ واجب ہے اس کے بغیر بھی طواف جائز ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے، اس کے بغیر طواف صحیح نہیں ہوگا۔ اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: 'وليطوفو بالبيت العتيق'.

محیط کی کی عبارت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے: ذكر ابن امير الحجاج فی منسكه امراة حاضت قبل طواف الزيارة وعزم ركبها علی القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف ام لا وهل اذا طافت يتم حجها ام لا قالو ايقال لها لا يحل لک دخول المسجد فان

☆ لاثواب الا بالنية ☆ ثواب کادارومدار نیت پر ہے ☆ (فقہی ضابطہ)

دخلت وطفت اثمت وصح طوفک وعلیک ذبح بدنة و هذه المسئلة کثیرة الوقوع فتحیر فیهاالنساء ،

ابن امیر الحاج نے اپنے منسک میں ذکر کیا ہے کہ ایک عورت طواف زیارت سے پہلے حائضہ ہوگئی اور اب اس کا قافلہ کوچ کرنے کو ہے تو کیا وہ طواف کرے گی ، یا نہیں اگر طواف کرتی ہے تو اس کا حج پورا ہوا یا نہیں تو اس سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ لوگ اس سے کہیں گے کہ تیرے لئے مسجد میں داخل ہونا حلال نہیں ، پس اگر تو داخل ہوگئی اور ف کرلیا تو گنہگار ہوگی اور طواف صحیح ہوگیا اور تجھ پر بدنہ لازم ہوگیا یہ مسئلہ کثیرۃ الوقوع جس میں عورتیں اکثر پریشان رہتی ہیں ۔

کتب حنفیہ میں اس اشکال کا کوئی صریح حل احقر کی نظر سے نہیں گزرا ، البتہ ابن تیمیہ نے اس کا یہ حل بیان کیا ہے ایسی عورت ناپاکی ہی میں طواف کرکے اور امام حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق دم دیکر اس کی تلافی کرے (درس ترمذی ۲۱۸/۳) ابن تیمیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

فاجاب الحمد لله العلماء لهم فی الطهارة هل هی شرط فی صحة الطواف ؟ قولان مشهوران احدهما انها شرط وهو مذهب مالک والشافعی واحمد فی احدی الروایتین والثانی لیست بشرط و هو مذهب ابی حنیفة و احمد فی الروایة الاخریٰ فعند هولاء لوطاف جنبا او محدثا او حاملا للنجاسة اجزاه الطواف وعلیه دم وابو حنیفة یجعل الدم بدنة اذا کانت حائضا او جنبا فهذه التی لم یمکنها ان تطوف الا حائضا ادنی ما بعذر فان الحج واجب علیها ولم یقل احد من العلماء ان الحائض یسقط عنها الحج ولیس من اقوال الشریعة ان تسقط الفرائض للعجز عن بعض ما یضب فیها کما لو عجز عن الطهارة فی الصلاة (فتاویٰ ابن تیمیه ۲۶ . ۴۳ . ۲۴۲).

پس علماء نے اس کا جواب دیا اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے ، طہارت کے بارے میں کہ کیا یہ صحت طواف کے لئے شرط ہے؟ یا نہیں ؟ علماء کے دو مشہور قول ہیں: ان دونوں میں کا ایک تو یہ ہے کہ طہارت شرط ہے ، اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ، اور امام احمدؒ کی دو روایتوں میں سے ایک ، اور دوسرا قول یہ ہے کہ شرط نہیں ہے ، اور یہ مذہب ہے امام ابو حنیفہؒ کا اور امام احمدؒ کی دوسری روایت ہے ، لہذا ان لوگوں کے نزدیک اگر حالت جنابت ، یا حدث ، یا نجاست کی حالت میں طواف کیا تو اس کا طواف کافی ہے ، اور اس پر دم ہے ، اور ابو حنیفہؒ نے دم میں بدنہ کو متعین کیا ہے جب

حائضہ یا جنبی ہو، لہذا اس کو طواف کرنا ممکن نہیں مگر حالت حیض میں، اس لئے کہ وہ عذر سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ حج اس پر واجب ہے، اور علماء میں سے کسی نے نہیں کہا کہ حائضہ سے حج ساقط ہو جاتا ہے، اور نہ اقوال شریفہ میں سے کہ فرائض بعض ایسے عذر کی وجہ سے جو فرائض میں واجب ہوتا ہے، ساقط ہو جاتے ہیں، جیسا کہ نماز میں طہارت سے عاجز ہونے کی صورت میں۔

مذکورہ حکم مغنی ابن قدامہ اور اس کی شرح سے بھی معلوم ہوتا ہے:

الطهارة من الحدث والنجاسة والستارة شرط لصحة الطواف في ظاهر المذهب وهو قول مالك و الشافعي وعن احمد ان الطهارة ليست شرطا فمتى طاف للزيارة غير متطهر اعاد ما كان بمكة فان خرج الى بلده جبره بدم...وقال ابو حنيفة ليس شئي من ذلك شرطا واختلف اصحابه فقال بعضهم هو واجب وقال بعضهم هو سنة لان الطواف ركن للحج فلم تشترط له الطهارة كالو قوف(مغني و شرحه ۳۹۸/۳).

ظاہر مذہب میں طہارت صحت طواف کی شرطوں میں سے ہے یہی قول امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک طہارت شرط نہیں ہے، لہذا اگر کوئی شخص بغیر طہارت کے طواف زیارت کرتا ہے تو جب تک کہ مکہ میں رہے اس طواف کا اعادہ کرے لیکن اگر وہاں سے نکلے تو اس کی تلافی دم سے ہوگی، حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ طہارت شرط نہیں ہے، اس کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ وہ واجب ہے، یا سنت تو بعضوں نے واجب اور بعضوں نے سنت کا قول اختیار کیا ہے، کیونکہ طواف حج کا رکن ہے جس میں طہارت کی شرط نہیں ہے، جیسا کہ وقوف میں۔

اگر حاجی نے طواف زیارت نہ کیا اور پھر عمر بھر ادا نہ کرسکا تو اس پر مرض الموت میں ایک بدنہ یعنی ایک اونٹ، یا گائے حرم میں ذبح کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے۔

اس سلسلہ میں علامہ شامی کی تحریر بھی ملاحظہ ہو:

قال في الشامية -- فلومات قبل فعله فقد ذكر بعض المحشين من شرح اللباب للقاضي محمد عيد عن البحر العميق انهم قالوا ان عليه الوصية ببدنه لانه جاء العذر من قبل من له الحلق الخ.

شامی میں کہا ہے --- کہ اگر اس کے کرنے سے پہلے مرگیا، تو بعض محشی حضرات نے شرح اللباب للقاضی محمد عید عن البحر العمیق سے ذکر کیا ہے کہ فقہاء نے کہا کہ اس پر بدنہ کی وصیت ہے، اس لئے کہ

☆ اليقين لا يزول بالشك ☆ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ☆ (فقہی ضابطہ)

یہ عذر آیا ہے اس شخص کی جانب سے جس کے لئے حلق ہے۔

نیز صاحب ہدایہ کی عبارت سے بھی بدنہ اور حرم دونوں کا اثبات ہورہا ہے:

ولو رجع الی اهله وقد طاف جنبا علیه ان یعود وان لم یعد بعث بدنة اجزاه . لفظ بعث دلالت کرتا ہے کہ وہ بدنہ حدود حرم میں ذبح کیا جائے گا۔

اسی طرح فتاویٰ تاتارخانیہ ۵۳۶/۲ پر مرقوم ہے:

وفسر القدوری ..ثم هذا الدم وجمی ن الدماء یختص جوازها بالحرم باتفاق بین العلماء..

اور قدوری نے تفسیر کی ہے۔۔۔کہ پھر یہ دم اور وہ تمام دم جو واجب ہوتے ہیں ان کا جائز ہونا خاص ہے حرم کے ساتھ بالاتفاق۔

:" ولذلک اتفق الائمة فی سائر الهدی ان لا ینحر الا فی الحرم غیر دم الاحصار" او راسی وجہ سے تمام ائمہ متفق ہیں کہ تمام ہدی حرم ہی میں نحر کئے جائیں سوائے حرم احصار کے (احکام القران ۳۰۰/۱)

۱۱۔عورت عدت کی حالت میں (خواہ وہ عدت فسخ نکاح، طلاق رجعی ہو یا بائن) حج کو نہیں جاسکتی، وہ عورت محصرہ ہے، چنانچہ عالمگیری میں تحریر فرماتے ہیں کہ "کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کے ساتھ محرم نہیں ہے ، لیکن اس کے ساتھ اس کا شوہر ہے، پھر اس کا شوہر مر گیا تو وہ عورت محصرہ ہے۔ (عالمگیری)

اب اگر عورت اس احصار کی حالت میں حج کرتی ہے تو اس کے حکم کے سلسلہ پر مفتی سعید احمد صاحبؒ رقمطراز ہیں "اگر وہ اسی حالت میں حج کرے گی تو حج ہوجائے گا لیکن گنہگار ہوگی (معلم الحجاج ۸۸) غنیۃ ولباب سے بھی یہی حکم معلوم ہوتا ہے۔" **فان حجت وهی فی العدة جازت بالاتفاق وکانت عاصیة"(حاشیه زبدة ص ۳۴).**

۱۲۔ منیٰ کے مکہ مکرمہ کے ساتھ اتصال اور عدم اتصال سے مسئلہ پر کوئی فرق نہ پڑے گا اگر حاجی مکہ اس وقت پہنچتا ہے جب کہ یوم الترویۃ کو پندرہ دن سے کم ہے تو نماز میں قصر کرے گا، ورنہ نہیں، مفتی سعید احمد صاحب "معلم الحجاج کے ص ۱۵۶" پر لکھتے ہیں "جو حاجی مسافر مکہ مکرمہ میں ایسے وقت آئے کہ آٹھویں تاریخ تک پندرہ روز سے کم ہے اور وہ مکہ مکرمہ میں پندرہ روز یا زیادہ کی

☆ماابیح للضرورۃ یقدر بقدرھا☆ جو چیز ضرورتاً مباح کی گئی ہو اس کی مقدار کا تعین بھی اسی کے مطابق ہوگا☆

اقامت کی نیت کرے تو اس کی نیت اقامت صحیح نہ ہوگی۔ وہ مسافر ہی رہے گا، کیوں کہ آٹھویں تاریخ کو وہ منیٰ اور نویں کو عرفات ضرور جائیگا۔ اس لئے ایسے شخص کو قصر کرنا چاہیے۔

خلاصہء کلام:

خلاصہ یہ کہ (۱) آج کی ضروریات اور کثرت آبادی اور قسم قسم کی تیز رفتار سواریوں نے مکہ میں آمد ورفت کو کثیر بنادیا ہے۔ لہذا ملازمت پیشہ لوگ یا مکہ کے رہنے والے جو بار بار آتے جاتے ہیں انہیں احرام کی پابندی لازم نہیں ورنہ وہ حرج اور مشقت میں پڑ جائیں گے۔ اور رفع مشقت وحرج لازم ہے۔

(۲) مکہ کے رہنے والوں کے لئے حج تمتع اور حجِ قران درست نہیں۔

(۳) عورت اگر سفر حج کے دوران ناپاک ہوجائے تو وہ حج کرسکتی ہے اور طواف زیارت بھی کرسکتی ہے مگر اسے ایک دمِ واجب دینا ہوگا۔ اور دم بھی بدنہ یعنی گائے ذبح کرنا ہوگی یا اونٹ (بکرا ذبح کرنے سے کام نہیں چلے گا) اور یہ جانور حدود حرم ہی میں ذبح کرنا ضروری ہوگا۔

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

مجلّہ فقہ اسلامی کا تازہ شمارہ نومبر دسمبر کا مشترکہ شمارہ ہے۔

راقم کی آنکھوں کے آپریشن کے باعث لکھنے پڑھنے کا کام تقریباً دو ماہ تک موقوف رہا۔ چنانچہ نومبر دسمبر کے شمارے بروقت شائع نہ ہوسکے۔ قارئین کو اس پر جو زحمت ہوئی اس پر معذرت کے ساتھ دعاءِ خیر کی درخواست ہے۔ (نوراحمد شاہتاز)

اعتذار

ہمارے فاضل بزرگ کرم فرما اور مجلّہ فقہ اسلامی کے مستقل قاری جناب ضیاء الدین برنی صاحب نے نشاندہی فرمائی ہے کہ مجلّہ فقہ اسلامی کے بعض شماروں میں رویت ہلال کے حوالہ سے شائع ہونے والا مجرب وآسان جدید فارمولا تحقیق کے مطابق درست نہیں۔ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ تاتحقیقِ مزید اس پر عمل نہ کیا جائے۔ (مجلس ادارت)